مولانا سید محمد متین ہاشمی

ربا کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم

لغوی تحقیق

لفظ "ربا" دونوں طرح[1] سے لکھا جاتا ہے۔ ربوٰ یا ربا۔ تلفظ میں ربا ہی کہا جاتا ہے لغت میں ربا زیادتی کو کہتے ہیں۔ محیط المحیط میں ہے: الربا لغۃً الفضل[2] یعنی ربا لغت میں زیادتی کو کہتے ہیں۔

تاج العروس میں ہے کہ "ربا زیادہ ہونے اور بڑھوتری کو کہتے ہیں[3]" علامہ فرید وجدی دورِ حاضرہ کے عظیم مصری عالم نے اپنی کتاب دائرۃ معارف القرن العشرین میں لکھا ہے:

الربا ھو ربح المال خاصۃ فی الاصطلاح العصری وھو قاعدۃ من قواعد الشئون الاقتصادیۃ العصریۃ وھی محرم الاسلام قلیلہ وکثیرہ وعلی الآخذ والمعطی[4]

(ربا مال کے نفع کو کہتے ہیں۔ عصرِ حاضر کی موجودہ اصطلاحات کی رو سے یہ ایک قسم کا مالی لین دین ہے مگر اس کا قلیل وکثیر دونوں حرام ہے اسی طرح اسے لینے والے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں)

ایڈورڈ ولیم لین (EDWARD WILLIAM LANE) نے LAXICON میں ربا کے لغوی معنی میں بتلاتے ہوئے لکھا ہے:

Said of Property, it increased by usury[5]

---

[1] الفخر الرازی: التفسیر الکبیر ۷: ۹۱ - طبع مصر ۱۹۳۸ء

[2] البستانی: محیط المحیط ۱: ۷۴۸۔

[3] الزبیدی محب الدین ابو الفیض: تاج العروس ۱۰: ۱۴۲ طبع بیروت ۱۹۶۶ء

[4] فرید وجدی علامہ: دائرۃ معارف القرن العشرین ۴: ۱۸۸ طبع مصر

[5] WILLIAM LANE : LAXICON: 3: 1023

(ربا اس مالیت کو کہتے ہیں جو سود کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے)

علامہ راغب اصفہانی بھی اپنی کتاب "المفردات فی غریب القرآن" میں لفظ ربا سے راس المال پر وہ زیادتی مراد لیتے ہیں جو ناجائز طور پر حاصل کی جائے [۱]

ابن العربی المعافری نے اپنی کتاب احکام القرآن میں ربا کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

المراد فی الآیة کل زیادة لم یقابلها عوض [۲]

(ربا ہر اس زیادتی کو کہتے ہیں جو کسی عوض کے مقابلے میں نہ ہو)

قرآن کریم میں ربا

قرآن کریم میں ربا کا لفظ متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۴ سے ۲۸۰ تک میں ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ

---

[۱] الراغب الاصفہانی: المفردات فی غریب القرآن: ۱۸۵ طبع نور محمد کراچی

[۲] قاضی ابوبکر المعروف بابن العربی المعافری: احکام القرآن: ۱: ۲۰۱ طبع مصر ۱۳۳۱ھ

إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ لوگ (حشر کے دن) نہیں کھڑے ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان چمٹا ہوا ہو اور اسے خبطی بنا دیا ہو، یہ سزا اس لیے ہوگی کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع بھی سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ پھر جس کسی کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ (سود کھانے سے) باز آگیا تو جو کچھ پہلے اس کا ہو چکا وہ ہو چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو پھر اپنی اس حرکت کی طرف لوٹ آئے وہ لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی کفر کرنے والے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لیے ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے، نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے، چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر تیار ہو جاؤ جنگ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ۔ اور اگر تم توبہ کرلوگے تو تمھارے اصل اموال تمھارے ہی ہیں نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ (اگر مقروض شخص) تنگ دست ہے تو اسے آسودہ حالی تک مہلت دے دی جائے؛ اور اگر اسے معاف کردو تو یہ تمھارے لیے اور بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو)

سورۂ آل عمران میں ایک مقام پر ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۰-۱۳۱)

(اے ایمان والو! سود کئی کئی حصے بڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے)

سورۂ روم میں ہے:

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ (روم: ۳۹)

(اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتی)

سورۂ نساء میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یہودیوں کی زیادتیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ (النساء : ۱۶۱)

(یہودیوں کی زیادتیوں کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی چیزیں جو ان پر حلال تھیں حرام کر دیں، اور اس سبب سے بھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت روکتے تھے۔ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انھیں اس سے منع کیا گیا تھا اور اس سبب سے بھی کہ وہ دوسروں کا مال ناحق کھا لیتے تھے)

مفسرین کی آرا

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے مفسرین نے کافی طویل بحثیں کی ہیں، لیکن چونکہ ان تمام بحثوں میں یکسانیت ہے اس لیے اس مقام پر ان کا اعادہ خواہ مخواہ کی طوالت کا باعث ہوگا۔ یہاں صرف ان مفسرین کی آرا کو پیش کرنا مقصود ہے جن کے اقوال دورِ جدید کی غلط فہمیوں کو رفع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :

" علما نے حرمتِ ربا کی بہت سی وجوہات بتلائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں ایک شخص بغیر کسی عوض کے دوسرے کا مال لے لیتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے نقد یا ادھار ایک درہم کو دو درہموں کے عوض دیا تو ایک درہم جو اسے ملا ہے، یہ بغیر کسی عوض کے ملا ہے، اور انسان اپنے مال سے اپنی حاجتیں پوری کرتا ہے لہٰذا اس کے مال کی بڑی حرمت ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے "۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کا جو مال بغیر کسی عوض کے لیا جائے وہ حرام ہو۔ اگر اس مقام پر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب ایک شخص کی پونجی زیادہ مدت تک کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ میں رہے تو بھلا وہ شخص اس مدت کے عوض میں اس سے زیادہ رقم کیوں نہیں وصول کر سکتا کیونکہ اگر یہ پونجی مالک کے ہاتھ میں ہوتی تو ممکن تھا کہ وہ اس رقم کو کاروبار میں لگا کر منافع حاصل

کرتا تو جب اس نے وہ رقم مدیون (قرض لینے والے) کے ہاتھ میں چھوڑ دی اور مدیون نے اس رقم کو کاروبار میں لگا کر منافع کمایا تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ اگر وہ مدیون اس کے عوض میں صاحب مال کو کچھ زیادہ رقم دیتا ہے؟ آخر اس نے بھی تو اس رقم سے نفع ہی کمایا ہے۔

"اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جس منافع کا آپ نے ذکر کیا ہے یہ موہوم منافع ہے اور جو رقم دائن (قرض دینے والا) بطور سود مدیون سے وصول کرتا ہے یہ یقینی منافع ہے اور ظاہر ہے کہ موہوم منافع کی بنیاد پر اگر یقینی منافع دیا جائے تو اس میں ایک فریق کا نقصان ہے"۔ ۵۵

حرمتِ ربا کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے آگے چل کر امام رازی لکھتے ہیں:

"حرمتِ ربا کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ربا کی وجہ سے انسان محنت سے جی چرانے لگتا ہے اور وہ روزی کمانے کے لیے جد وجہد چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اگر کسی مال دار کو بغیر کسی مشقت کے گھر بیٹھے زائد رقم ملنے لگے خواہ وہ نقد رقم کے عوض میں یا ادھار کے بدلے تو بھلا اسے کیا پڑی ہے کہ روزی کمانے کے لیے مشقت اٹھائے، تجارت کرے اور محنت طلب پیشے اختیار کرے۔ اس سے خلق کی نفع بخشی متاثر ہوکر یکسر منقطع ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بات تو واضح ہے کہ دنیا کا کاروبار تجارت، حرفہ، صنعت اور تعمیر سے وابستہ ہے"۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ "ربا کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرض کے معاملے میں جو احسان کرنے اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے وہ منقطع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر سود نہ لیا جائے تو اس سے طرفین (قرض لینے والے اور قرض دینے والے) کو خوشی حاصل ہوتی ہے، لیکن اگر سود کو جائز قرار دے دیا جائے تو بے چارا ضرورت مند شخص مجبوراً ایک درہم کے عوض دو درہم تو ضرور ادا کرے گا لیکن اس سے اسلامی مواخات اور ہمدردی متاثر ہوگی اور معروف واحسان کا دروازہ بند ہو جائے گا"۔

حرمتِ ربا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً مدیون غریب اور دائن مال دار ہوتے ہیں لہٰذا

---

۵۵ الفخر الرازی: تفسیر کبیر ۷: ۳ - طبع مصر ۱۹۳۸ء۔

اگر زائد مال بطور سود لینے کی اجازت دے دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ دولت غریبوں کے ہاتھ سے کھنچ کر امیروں کے ہاتھ میں جمع ہو جائے گی اور یہ منشائے شریعت کے خلاف ہے۔[۹]

مسئلۂ ربا پر بحث کرتے ہوئے دورِ جدید کے مشہور عالم علامہ رشید رضا مصری اپنی تفسیر المنار میں لکھتے ہیں :

انما حرّم الزیادة التی یاخذها صاحب المال لاجل التاخیر فی الاجل و هی لا معاوضة فیها ولا مقابل لها فهی ظلم۔[۱۰]

(سود میں صاحبِ مال جس زیادتی کو (مدیون سے) اس لیے وصول کرتا ہے کہ اس نے رقم کی ادائیگی میں ایک مقررہ مدت تک مدیون کو مہلت دے دی ہے، چونکہ یہ زیادہ رقم بغیر معاوضہ کے ہے اور اس کے مقابلے میں (سوائے مہلت کے) کوئی چیز نہیں ہے اس لیے یہ ظلم ہے)

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں سود کی حرمت کے اسباب پر تفصیلی بحث کی ہے جسے طوالت کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا ہے تاہم ایک بات کی طرف انھوں نے اشارہ فرمایا ہے جو ہمارے دور میں اہمیت کی حامل ہے۔ فرماتے ہیں :

قال جعفر الصادق حرم الله الربا لیتقارض الناس۔

(امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو اس لیے حرام کیا تاکہ لوگ قرض کے ذریعے ایک دوسرے کی مدد کریں)

اور اسی سلسلے میں انھوں نے حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے :

عن ابن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم قرض مرتین یعدل صدقة مرة اخرجه البزار۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی کو

---

[۹] تفسیر کبیر، جلد ۷، ص ۹۴۔

[۱۰] سید رشید رضا : تفسیر المنار ۳ : ۹۶ طبع مصر ۱۳۶۷ھ

دوسری مرتبہ قرض دینا ایک مرتبہ صدقہ دینے کے برابر ہے)

احادیث میں ربا کی مذمت

ربا کی مذمت میں کتب حدیث میں بے شمار روایات ہیں۔ تمام روایتوں کو اس مقام پر ذکر کرنا ضروری نہیں، اس لیے کہ اکثر اہلِ علم ان سے واقف ہیں۔ یہاں محض چند روایتوں کو نقل کر دیا جاتا ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المومنات ۔ رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی۔[11]

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک) وہ سات چیزیں کونسی ہیں؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ جادو کرنا۔ ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ جنگ کے وقت پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا) ـــ جامع ترمذی میں ہے:

عن ابن مسعود قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ۔[12]

(حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود کے گواہوں اور سودی معاملے کو لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے)

---

[11] زکی الدین م (۶۵۶ھ) : الترغیب والترھیب، جلد سوم ص ۲۹۲۔ الطبعۃ الثالثۃ مصطفٰی البابی ۱۹۶۸ء

[12] ابو عیسٰی الترمذی : جامع الترمذی، ۱۹۵۱ء : طبع کراچی

سنن ابن ماجہ میں ہے :

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربا سبعون حوبا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ [۱۳]

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ستر گناہ ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے)

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے :

عن سمرۃ بن جندب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت لیلۃ اسری بی رجلا یسبح فی نھر ویلقم الحجارۃ فسألت ما ھذا؟ فقیل لی اکل الربا [۱۴]

(حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شب معراج میں میں نے ایک آدمی کو نہر میں اس حال میں تیرتے دیکھا کہ فرشتے اسے پتھروں سے مار رہے تھے اور وہ ان پتھروں کو کھا رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو مجھے بتلایا گیا کہ "یہ سود خوار ہے")

مذکورہ احادیث کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں چالیس سے اوپر ایسی احادیث موجود ہیں جن سے ربا کی حرمت ثابت ہے اسی لیے اس مسئلے پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ ربا (سود) کی تمام صورتیں حرام ہیں۔

بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

گزشتہ صفحات میں آیات قرآنی، احادیث نبوی اور اقوال مفسرین کے ذریعے یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ "ربا حرام ہے اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے"۔ لیکن بعض حضرات جو موجودہ بینکوں کے سود کو جائز قرار دیتے ہیں یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قرآن حکیم میں مطلق ربا کو حرام نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ قرآن حکیم میں اس ربا کو حرام قرار دیا گیا ہے جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا

---

[۱۳] ابن ماجہ: سنن ابن ماجہ، ۱۶۵، طبع دہلی

[۱۴] امام احمد بن حنبل: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد، ۱۵: ۷۰، طبع مصر

اور جس کی شکل بقول امام رازی یہ تھی :

فھو الامر الذی کان مشھوراً متعارفاً فی الجاھلیۃ وذلک انھم کانوا یدفعون المال علی ان یاخذوا کل شھر قدرا معینا ویکون راس المال باقیا ثم اذا حل الدین طالبوا المدیون براس المال فان تعذر علیہ الاداء زادوا فی الحق والاجل فھذا ھو الربا الذی کانوا فی الجاھلیۃ یتعاملون بہ[۱]

(ادھار کا ربا وہی ہے جو زمانۂ جاہلیت سے مشہور و متعارف چلا آتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنا روپیہ پیسہ ادھار پر اس شرط سے دیتے تھے کہ اتنا روپیہ ماہوار اس کا سود دینا ہوگا، اور راس المال بدستور باقی رہے گا۔ پھر جب قرض کی میعاد پوری ہو جاتی تو وہ قرض دار سے اپنا راس المال طلب کرتے۔ اگر قرض دار اس وقت ادا کرنے سے عذر کرتا تو وہ میعاد بڑھا دیتے اور اسی حساب سے سود میں زیادتی کر دیتے۔ ربا کی یہ قسم زمانۂ جاہلیت میں رائج تھی)

تفسیر طبری میں ہے :

وفی العین یا نیہ فان لم یکن عندہ اضعفہ فی العام القابل فان لم یکن عندہ اضعفہ ایضاً فتکون مأۃ فیجعلھا الی قابل مئتین فان لم یکن عندہ جعلھا اربعمأۃ یضعفھا لہ کل سنۃ۔ (تفسیر طبری ج ۸ ص ۲۰۴، ۲۰۵)

(نقود کے بارے میں ان کا رویہ یہ تھا کہ اگر قرض دار کے پاس رقم نہ ہوتی تو راس المال کا مالک آئندہ سال اس رقم کو دوگنا کر دیتا، پھر دوسرے سال بھی اگر نہ ہوتی تو اس سے دوگنا کر دیتا۔ یعنی ایک سال اگر سو روپیہ وہ ادا نہ کر سکا تو دوسرے سال دو سو اور اس سے اگلے سال چار سو ہو جاتے۔ اس طرح یہ رقم ہر سال دوگنی ہوتی چلی جاتی)

طبری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب اپنے رسالہ "تحقیق ربوٰ" ص ۹ پر لکھتے ہیں :

"اوپر کی بحث سے ظاہر ہے اکثر ماقبل جاہلیت کے عربوں کا معاشی نظام کتنا جابرانہ تھا کہ

---

[۱] تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۹۱

کے اگلے سال دو سو اور اس سے اگلے سال چار سو، اور پھر سولہ سو۔ اسی طرح اضعافاً مضاعفہ ہوتے جاتے تھے کہ بیچارہ قرض دار ادا کرتا رہتا تھا، پھر بھی راس المال (زر اصل) تو الگ ربا سود بھی ادا بھی (کذا ؟) نہ ہو پاتا تھا۔ یہی جاہلیت کا ربٰو تھا جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ استدلال سورۂ آل عمران کی آیت ۱۲۳ کے حوالے سے تو درست ہے جس میں اضعافاً مضاعفہ سود وصول کرنے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن جناب ڈاکٹر صاحب موصوف سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۷۹ کے بارے میں اور سورۂ نسا کی آیت نمبر ۱۶۰، ۱۶۱ ۔ سورۂ روم کی آیت ۳۹ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے[۱۶] کیونکہ ان مقامات پر تو مطلق ربا کی حرمت بیان کی گئی ہے ۔ اضعافاً مضاعفہ کی قید تو نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آیت محولہ میں اضعافاً مضاعفہ کی حرمت بیان ہوئی ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اگر ربا اضعافاً مضاعفہ نہ ہو تو جائز ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا [یعنی تھوڑی سی قیمت کے عوض میری آیتوں کو فروخت نہ کرو] تو کیا اس سے یہ مراد لیا جا سکتا ہے کہ زیادہ قیمت لے کر میری آیتوں کو فروخت کر دیا کرو؟ یا کیا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دیا تھا للہٰذا بنی اسرائیل کا تھوڑی سی قیمت لے کر اللہ کی آیتوں کو فروخت کر دینا ناجائز اور حرام تھا، یہ حرمت ہمارے اوپر لاگو نہیں ہے، ہم قرآن کی آیتوں کو تھوڑی یا بہت قیمت لے کر فروخت کر سکتے ہیں ؟

تیسری بات یہ کہ اگر قرض دار راس المال (زر اصل) کے مالک کو نہ اصل لوٹائے اور نہ سود ادا کرے تو کیا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد سود کی رقم بڑھ کر اضعافاً مضاعفہ نہیں ہو جائے گی؟ للہٰذا اضعافاً مضاعفہ والی آیت سے ڈاکٹر صاحب موصوف کا استدلال غلط

---

[۱۶] یہ آیات گزشتہ صفحات میں درج کی جا چکی ہیں، براہ کرم ان کی طرف رجوع فرمائیں۔

اور بے بنیاد ہے۔

تحقیقی بات

جاہلی عرب کے معاشرے میں دیگر خبائث اور رذائلِ اخلاق تو بہ تمام و کمال موجود ہی تھے، تاہم دو چیزیں بہت زیادہ رائج تھیں۔ ایک شراب اور دوسرے ربا۔ شراب کا حال یہ تھا کہ معاشرے کا ہر فرد اس میں ملوث تھا۔ باپ، بیٹا، بیوی، شوہر، غلام، آقا سب ایک ساتھ بیٹھ کر شراب پینے اور اسے اپنے لیے باعثِ فخر جانتے۔ صورت حال یہ تھی کہ جب کوئی شخص مرنے لگتا تو اپنے بیٹوں کو وصیت کرتا کہ میرے کے بعد میری قبر پہ روزانہ شراب کا ایک مٹکا لنڈھا دیا کرنا، اور اس کے ورثا اس کی موت کے بعد نہایت پابندی سے اس وصیت پر عمل کرتے۔ یہی حال ربا کا تھا۔ ہر کاروبار اور ہر لین دین میں ربا کا عنصر ضرور شامل ہوتا۔ چنانچہ ان دونوں خبائث کی تحریم کے وقت، اللہ تبارک وتعالیٰ نے معاشرتی مصالح کے پیشِ نظر تدریج کا طریقۂ کار اختیار فرمایا، مثلاً شراب کے بارے میں مکہ معظمہ میں سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ یہ تھی:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ۭ

(النحل: ۶۷)

(اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں (بھی تمہارے لیے نشانیاں ہیں) جن سے تم نشہ آور چیزیں بھی اور پاک روزی بھی بناتے ہو)

اس مقام پہ پاک روزی اور نشہ آور چیزوں کو الگ الگ ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ "نشہ آور چیزیں" پاک روزی نہیں ہیں۔

دوسرے مرحلے میں ارشاد ہوا:

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ (البقرہ: ۲۱۹)

(لوگ آپ سے شراب اور جوئے کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان میں گناہ بڑا ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہے)

شراب کی حرمت کے تیسرے مرحلے پر جو مدینہ منورہ میں پیش آیا ارشاد ہوا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳)

(اے ایمان والو! جب نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ تاآنکہ کہ جو کچھ منہ سے کہتے ہو وہ سمجھنے کے قابل ہو جاؤ)

اس مقام پر شراب کی ممانعت تو آئی لیکن جزوی ممانعت ہوئی یعنی نماز کے اوقات میں شراب نہ پیو، اس کے باعث ظہر کے وقت سے لے کر عشا تک لوگ شراب سے دور رہنے لگے اور یک گونہ ان میں اس سے نفرت سی پیدا ہونے لگی۔ جب کسی قدر یہ نفرت ان کی طبائع میں جاگزیں ہو گئی تو آخری مرحلے میں ارشاد ہوا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ: ۹۰)

(اے ایمان والو! واقعی بات یہ ہے کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان اور فال کھولنے کے تیر، یہ سب ناپاک کام شیطان کے ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ)

تحریم خمر میں جس انداز کی تدریج اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھی ہے تحریم ربا میں بھی اسی قسم کی تدریج ہے جس سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے مثلاً مکہ معظمہ میں سب سے پہلے ربا کی مذمت اس انداز میں نازل ہوئی:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ج (الروم: ۳۹)

(اور جو چیز تم اس لیے دیتے ہو کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتی)

اس آیت سے کم از کم یہ بات واضح ہو گئی کہ ربا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ چیز نہیں ہے۔

کچھ دنوں کے بعد یہود کی زیادتیوں اور نافرمانیوں کے ضمن میں ان کی سزا کا ذکر کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۝ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ (النساء : ۱۶۰)

(یہودیوں کے بڑے بڑے جرائم کے سبب سے ہم نے بہت سی پاک چیزیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں بطور سزا حرام کر دیں۔ اس لیے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انھیں (سود لینے سے) منع کیا گیا تھا اور اس سبب سے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق کھاتے تھے)

یہود کی نافرمانی اور ان کی سزا کے بیان سے مقصود یہ تھا کہ مسلمان بھی متنبہ ہوجائیں اور ذہنی طور پر ربا کی ممانعت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوجائیں۔ اس کے بعد تحریم ربا کے تیسرے مرحلے پر ربا کی بالکل اسی طرح جزوی ممانعت نازل ہوئی جس طرح کہ تحریم خمر میں نازل ہوئی تھی اور ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (آل عمران : ۱۳۰)

(اے ایمان والو! سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ)۔

اس مقام پر ربا کی حرمت تو ضرور نازل ہوئی لیکن جس طرح تیسرے مرحلے میں شراب کی حرمت جزوی طور پر نازل ہوئی تھی (کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ) اسی طرح جزوی طور پر صرف اس سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا جو اضعافاً مضاعفہ ہوا کرتا تھا۔ اب ملت اسلامیہ ذہنی طور پر بالکل اس بات کے لیے تیار ہوگئی کہ مطلقاً ہر قسم کے ربا کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا جائے۔ تب مدینہ منورہ میں چوتھے مرحلے پر یہ آیات نازل ہوئیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ

اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۲۷۸-۲۷۹)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعۃً ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اعلانِ جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اگر تم توبہ کر لو تو تمھارا زرِ اصل مل جائے گا تاکہ نہ تو تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ نہ کوئی دوسرا تمھارے اوپر ظلم کرے)

الغرض چوتھے مرحلے پر جس طرح شراب اور شراب کے ساتھ ساتھ ہر نشہ آور سیال چیز حرام قرار پا گئی اسی طرح چوتھے مرحلے پر ربا اور ربا جیسے تمام سودی لین دین کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا۔

لہٰذا یہ کہنا کہ صرف جاہلیت کا سود جو اضعافاً مضاعفہ ہوتا تھا حرام ہے باقی تجارتی سود یا بینکنگ کے سود حلال ہیں سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے[کلہ]

تجارتی سود

تجارتی سود کے حامی یہ کہتے ہیں کہ ربا کی جو شکل حرام قرار پائی ہے وہ وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں موجود تھی، جس میں ایک شخص کسی ضرورت مند کی ضرورت سے فائدہ اٹھا کر اسے سود پر رقم دیتا اور پھر اس کا خون چوستا (اسے مہاجنی نظام کہتے ہیں) لیکن موجودہ دور میں جو سود رائج ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ آج کل تو بڑے بڑے کاروباری لوگ سود پر بینکوں سے روپیہ لے کر کاروبار کرتے اور اس رقم سے منافع کماتے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ اپنے کماتے ہوئے منافع میں سے کچھ رقم بینک کو دے دیتے ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ قرآن کریم اور احادیث میں جس سود کی مذمت کی گئی اور جسے حرام قرار دیا گیا وہ مہاجنی سود ہے؟ قرآن کریم کے کسی عام اور مطلق حکم کو خاص یا مقید آپ کس دلیل کی بنیاد پر کر سکتے ہیں؟ یا پھر جیسا کہ مولانا مفتی محمد شفیع

کلہ حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی ج ۳: ۵۹ تا ۶۱ - طبع مصر ۱۹۶۲ -

صاحب نے لکھا ہے کہ:

اگر خدانخواستہ اس کا دروازہ کھلے تو پھر شراب کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ شراب حرام تھی جو
خراب قسم کے برتنوں میں سڑا کر بنائی جاتی تھی، اب تو صفائی ستھرائی کا اہتمام ہے مشینوں سے سب
کام ہوتے ہیں یہ شراب اس حکم میں داخل نہیں۔
یہی حال جوا، زنا اور فحاشی وعریانی کا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تجارتی سود رائج نہیں
تھا غلط ہے کیونکہ آیت کریمہ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب
درمنثور نے لکھا ہے:

كان ربا يتبايعون به في الجاهلية [51]

(یہ ایک ربا تھا جس کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے لوگ تجارت کرتے تھے)

لہٰذا ثابت ہوا کہ زمانۂ جاہلیت میں محض کسی حادثے یا شدید ضرورت ہی کے تحت لوگ
سودی روپیہ نہیں لیتے تھے بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ بعض قبائل تجارت کرنے کے لیے دوسرے
قبائل کو سود پر اسی طرح روپیہ دیتے تھے جس طرح ہمارے زمانے میں بینک کاروباریوں کو
(تجارتی سود) Commercial Interest پر روپیہ دیتے ہیں اور اسے بھی
اللہ تعالیٰ نے مہاجنی سود کی طرح حرام قرار دیا۔ درمنثور میں ہے:

كان بنو المغيرة يربون لثقيف [52] (بنو مغیرہ ثقیف کو سود دیا کرتے تھے)

بنو ثقیف کے لوگ بڑے مال دار تھے اور ان کا پیشہ ہی یہ تھا کہ وہ تجارت پیشہ قبائل کو
پر روپیہ دیا کرتے تھے۔

تفسیر بحر المحیط میں ہے:

كانت ثقيف اكثر العرب ربا [53]

---

[51] جلال الدین سیوطی، درمنثور، ا: ۳۶۶ طبع مصر۔ [52] ایضاً۔
[53] [illegible] البحر المحیط، ۲: ۳۳۲ [illegible]

(بنو ثقیف سودی معاملات میں عرب کے تمام قبائل میں ممتاز تھے)

اور جب حرمتِ ربا کا حکم نازل ہوا تو ان تمام قبائل نے توبہ کرلی اور قرآن کریم کے حکم کے مطابق انھوں نے سود کی واجب الادا رقمیں چھوڑ دیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تجارتی سود رائج نہیں تھا یا اسے تحریم ربا کے وقت حرام نہیں کیا گیا تھا۔ مزید برآں یہ کہ بیہقی شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كل قرضٍ جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا[۵۲]

(ہر وہ قرض جس سے کوئی نفع حاصل کیا جائے سود کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے)

کیا اس حدیث کو ایک کلیہ کی حیثیت حاصل نہیں ہے اور کیا اس حدیث کی بنیاد پر تجارتی سود (Commercial Interest) کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ تجارتی سود جو مدیون دائن سے حاصل کرتا ہے اسے شرح سود سے کئی گنا زیادہ منافع کی امید ہوتی ہے اور بیشتر اوقات یہ امید پوری بھی ہوتی ہے ورنہ تجارتی قرض کو اس قدر فروغ نہ ہوتا۔

اس کا جواب تو یہ ہے کہ ایک مرتبہ بلا سود قرض دینے کا نظام قائم کرکے دیکھ لیجیے کہ فروغ کس کو حاصل ہوتا ہے سودی تجارتی قرض کو یا غیر سودی تجارتی قرض کو۔ سو ظاہر ہے کہ اگر آپ یہ اعلان کردیں کہ فلاں بینک بغیر سود کے معمولی سی ضمانت پر قرض فراہم کرے گا اور فلاں سود پر، تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ فروغ انشاء اللہ اسی بینک کو حاصل ہوگا جو بلا سود قرض فراہم کرے گا۔

رہا یہ سوال کہ سود پر رقم حاصل کرنے والا کاروباری نفع کماتا ہے اور اس نفع میں سے نہایت قلیل رقم وہ بطور سود کے بینک کو ادا کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ کاروباری کو نفع کی بجائے خسارہ ہو جائے، اس کا کوئی ملازم اس کی رقم غبن کرلے، وہ جو مال اس سودی رقم سے تیار کرے وہ کساد بازاری کی نذر ہو جائے، حتیٰ کہ اس کی لاگت بھی وصول نہ ہو تو کیا دنیا کوئی سودی بینک اس صورت میں اپنا سود معاف کردے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر جو صورت منافع

---

[۵۲] البیہقی: السنن الکبریٰ: ۵: ۳۵۰ طبع دکن حیدر آباد ۱۳۵۲ھ

ہوکر ہمارے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ بینک یا دائن کا منافع تو ہر قسم کے (RISK) سے محفوظ ہے البتہ مدیون کا نفع موہوم ہے کہ ملے یا نہ ملے۔ ظاہر ہے کہ شریعتِ اسلامیہ جو دائن یا مدیون دونوں کے حقوق کی نگران ہے اس قسم کے کسی بھی کاروبار کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر سود کا سلسلہ نہ رکھا جائے تو لوگ بینکوں میں روپیہ جمع نہیں کریں گے اور ساری تجارت معطل ہو جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اب یہ بات بحمد اللہ نہیں کہی جا سکتی، اس لیے کہ ملک میں خدا کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت نے مضاربت (نفع نقصان میں برابر کی شراکت) کا نظام شروع کر دیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ لوگ تیزی سے اس نظام کو اپنا رہے ہیں بلکہ اس سال تو حبیب بینک نے اپنے شراکت داروں کو سات فی صدد (٪7) کے بجائے اٹھارہ فی صدد (٪18) کی شرح سے منافع تقسیم کیا ہے۔ یہ منافع جائز اور طیب ہے، اس لیے کہ کھاتہ دار بینک کے ساتھ نفع اور نقصان میں برابر کے شریک ہیں۔

بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ آخر حکومت پاکستان کو دیگر ممالک کے ساتھ کاروباری لین دین کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلے میں بعض اوقات حکومت کو سود دینا اور لینا پڑتا ہے، لہٰذا اگر سود کو اس طرح حرام قرار دے دیا جائے تو حکومت پاکستان دیگر ممالک کے ساتھ کس طرح کاروبار کر سکتی ہے؟ اس وقت ہماری معیشت کا کیا بنے گا؟

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ پہلے اندرون ملک غیر سودی کاروبار کو نیک نیتی کے ساتھ جاری فرمائیے، اس کے بعد بیرونی ممالک سے کاروبار کی سوچیے گا۔

آخر حکومت سعودی عرب بھی تو ہے جو نہ کسی ملک کو سود دیتی ہے نہ کسی ملک سے سود وصول کرتی ہے، اس حکومت کی معیشت ہمارے ملک کی معیشت سے ہزار درجے بہتر ہے۔

اور اگر فی الحال ہماری حکومت خود کو اس پوزیشن میں محسوس نہیں کرتی تو جس طرح اضطرار کی حالت میں ناجائز چیز بھی رفعِ ضرورت کے تحت جائز ہو جاتی ہے اسی طرح وقتی طور پر اس کی اجازت دے دی جائے گی، البتہ اضطرار رفع ہو جانے کے بعد ربا کا اصلی حکم عائد ہو جائے گا۔

مطالعۂ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب میں مولانا ندوی نے قرآن سے متعلق ان تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہارِ خیال کیا ہے جن سے نہ صرف قرآن فہمی میں خصوصیت سے مدد ملتی ہے، بلکہ اس کتابِ ہدیٰ کی عظمت بھی کھل کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ مزید برآں اس سے قرآن کے علوم و معارف اور دعوت و اسلوب کی معجزطرازیوں پر بھی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے زرکشی کی البرہان اور سیوطی کی اتقان کے ان تمام جواہر ریزوں کو اپنے مخصوص شگفتہ اور حکیمانہ انداز میں جمع کر دیا ہے اور مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے، جو قلب و ذہن میں شکوک و شبہات ابھارنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ غرض اسے قرآنی فکر و تصور کے بارے میں ایسا انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہیے جس میں وہ ساری بحثیں اور مضامین سمٹ آئے ہیں جن کی دورِ حاضر کو ضرورت ہے۔

صفحات ۸+ ۳۱۰ قیمت ۲۵ روپے

تاریخ دولتِ فاطمیہ

مولانا رئیس احمد جعفری

ہمارے مورخوں نے اپنی کتابوں میں مصر کے فاطمیین کو وہ مقام نہیں دیا جس کے وہ ہر لحاظ سے مستحق تھے۔ حالانکہ فتوحات کی وسعت، اسلام کی تبلیغ، علم کی ترویج اور غیر مسلموں سے رواداری نہ سلوک کے باعث وہ تاریخِ اسلام کا ناقابلِ فراموش حصہ بن چکے ہیں۔ اس موضوع پر اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں پوری غیر جانب داری کے ساتھ فاطمیوں کے عقائد و اعمال اور ان کے سیاسی کارناموں کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔

صفحات ۳۱۰ قیمت ۲۰ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور